ہیں۔اس کے بعد امریکا نے اس سال جولائی [۲۰۰۴ء] میں فوجی مداخلت کے خیال کو پھیلانا شروع کیا۔ برطانیہ اور آسٹریلیا امریکی تجویز کے دفاع کے لیے فوراً میدان میں کود پڑے۔ برطانیہ نے کہا ہے کہ اگر ضرورت پڑی تو وہ پانچ ہزار سپاہی بھیجنے کے لیے تیار ہے جبکہ آسٹریلیا نے بددیانتی سے کام لیتے ہوئے بتایا کہ اقوام متحدہ کی جانب سے اسے اقوام متحدہ امن فورس کے لیے فوج مہیا کرنے کی درخواست موصول ہوئی ہے۔اس کے ساتھ ہی آسٹریلوی وزیر خارجہ الیگزینڈر ڈاؤنر نے کہا کہ ''سوڈان میں فوج بھیجنے کا یہ ہمارے پاس اچھا موقع ہے۔''

("a good chance that we will send some troops to Sudan.")

اسمتھ کے بقول اس طرح ''انسانی مصائب کو فوجی مداخلت کے لیے بہانہ بنایا جا رہا ہے۔'' وہ مزید بتاتے ہیں کہ ستمبر ۲۰۰۴ء میں اس وقت کے امریکی وزیر خارجہ کولن پاول نے اعلان کیا تھا کہ ''دارفور میں صورت حال نسل کشی کی شکل اختیار کر چکی ہے۔''

اسمتھ کے مطابق امریکی وزیر خارجہ کے اس اعلان نے ''مفروضہ انسانی مصائب کی صورت حال کی بنیاد پر فوجی مداخلت کا راستہ صاف کر دیا اور یہ طے کر لیا گیا کہ اب شمالی افریقہ اور پورے براعظم میں امریکا کو کنٹرولنگ پاور کی حیثیت سے مستحکم کیا جائے گا۔امریکا نے حال ہی میں نسل کشی کے حوالے سے ایک میڈیا مہم چلائی ہے، وہ ایک عظیم تر افریقی یونین فورس کے قیام پر زور دے رہا ہے جس کے لیے پیسے دیے جائیں گے اور جس پر مغرب کا کنٹرول ہوگا۔''

دارفور میں نسل کشی کے الزام پر سوڈانی حکومت کے ردعمل کے بارے میں بتاتے ہوئے اس تجزیے میں کہا گیا ہے کہ سوڈان نسل کشی کے الزام کی پرزور تردید کرتا ہے اور اس نے متنبہ کیا ہے کہ اگر غیر ملکی مداخلت ہوئی تو اس کے نتائج ''ناقابل تصور'' ہوں گے۔سوڈان نے متنبہ کیا ہے کہ اس کے نتیجے میں سوڈان ''عراق جیسے انتشار اور تباہی سے دوچار ہو سکتا ہے۔'' بریان اسمتھ مزید لکھتے ہیں کہ ''دارفور کی صورت حال مغرب خصوصاً امریکا اور برطانیہ کو انسانی مسائل کے نام پر فوجی مداخلت کی تجویز کا موقع فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ غلامانہ روش کے حامل میڈیا خصوصاً امریکا کے بعض ذرائع ابلاغ کو یہ ظاہر کرنے کا موقع فراہم کرتی ہے گویا دارفور کی صورت حال اس کے لیے اخلاقی اعتبار سے فکر مندی کا سبب

ہے[۱]۔''

بریان اسمتھ کے ۱۹نومبر ۲۰۰۴ء کے تفصیلی جائزے کے اِن چند منتخب حصوں سے یہ حقیقت بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ مغربی ممالک خصوصاً امریکا اور برطانیہ نے دارفور کے مسئلے کو اس کے آغاز کے وقت ہی سے اپنے استعماری ایجنڈے کی تکمیل کے لیے ایک اچھا بہانہ تصور کیا ہے اور پچھلے پانچ سال میں ان کی کوششیں اسی رخ پر آگے بڑھی ہیں۔ جن کے نتیجے میں آخر کار سوڈان کے صدر عمرالبشیر کے خلاف چار مارچ ۲۰۰۹ء کو بین الاقوامی کریمنل کورٹ سے جنگی جرائم کے الزام میں گرفتاری کے وارنٹ جاری ہوگئے ہیں۔

سوڈان اور امریکا کی بدنیتی

دارفور کی خانہ جنگی اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے انسانی مسائل بلاشبہ بہت المناک ہیں اور اس تنازع کا یقیناً کوئی پرامن حل جلد سے جلد تلاش کیا جانا چاہیے، مگر امریکا کی بدنیتی اس حقیقت سے عیاں ہے کہ دارفور کا قضیہ اٹھنے سے بہت پہلے امریکی حکمرانوں نے سوڈان کو کسی جواز کے بغیر دہشت گردی میں ملوث قرار دینے کی کوشش کی تھی۔ چنانچہ ۲۰ اگست ۱۹۹۸ء کو صدر کلنٹن کے دورِحکومت میں سوڈان کے دارالحکومت خرطوم کے قریب واقع ''الشفا'' نامی ایک دواساز فیکٹری پر کروز میزائل داغے گئے جس کے نتیجے میں فیکٹری تباہ ہوگئی۔ اسی دن افغانستان پر بھی اسامہ بن لادن کے ٹھکانوں کو تباہ کرنے کے لیے کروز میزائل داغے گئے تھے۔ چنانچہ ۲۱ اگست کو نیویارک ٹائمز نے اپنی رپورٹ میں لکھا تھا کہ:

''درجنوں امریکی کروز میزائلوں نے جمعرات کے روز افغانستان اور سوڈان میں اپنے اہداف کو نشانہ بنایا۔ صدر کلنٹن نے اس کارروائی کو دہشت گردی کے فوری منصوبوں کے خلاف امریکا کی طرف سے اپنے دفاع میں کیا جانے والا اقدام اور مشرقی افریقہ میں دو امریکی سفارت خانوں پر کی گئی بمباری کا جواب قرار دیا ہے۔''

لیکن بعد میں یہ حقیقت عیاں ہوگئی کہ یہ کارروائی اسی طرح ایک بے بنیاد الزام پر عمل میں لائی گئی

۱۔ دیکھیے: http://www.wsws.org/articles/2004/nov2004/sudn-n19.shtml